ہمارے لئے سارے غموں کو ہوا میں اڑانے کیلئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کافی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍دسمبر ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

''رَضِیۡنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوۡلًا'' (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت بڑے خزانے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کئے ہیں اُن میں سے ایک بہت ہی عظیم خزانہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی قضا نازل ہو جو دُنیوی حالات میں تکلیف دہ ہو اُس وقت ایک ہی نعرہ زبان پر آنا چاہیئے اور وہ یہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرۃ:۱۵۷) جیسا کہ دوست جانتے ہیں کل شام قریباً ساڑھے آٹھ بجے منصورہ بیگم اپنے مولائے حقیقی سے جاملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

میرا اُن کا ساتھ بڑا لمبا تھا۔ قریباً ۴۷ سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے اور ۴۷ سال جہاں اُنہیں مجھے دیکھنے اور سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا مجھے بھی اُنہیں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔

ہمارا رخصتانہ ۵؍اگست ۱۹۳۴ء کو ہوا تھا اور ۶؍اگست کو میں اُنہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۶؍ستمبر ۱۹۳۴ء کو میں اپنی تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہو گیا۔ یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقع دیا کہ میں اُن کی طبیعت کو سمجھوں۔ ایک ذرہ بھر بھی انقباض نہیں پیدا ہوا کہ میں اپنی تعلیم کو مکمل کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات بھی لینی تھیں۔

ہماری شادی کے متعلق حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کو بہت سی بشارتیں ملی تھیں۔ اُس

کے نتیجہ میں یہ شادی ہوئی تھی۔ یہ رشتہ آپ نے کروایا تھا الٰہی بشارت کے مطابق۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے مدنظر خود کیا اور ایک ایسی ساتھی میرے لئے عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور ارادہ اور عزم بھی رکھتی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس پر جتنا بھی میں شکر کروں کم ہے۔ اور چونکہ میں اس وقت مختصراً بعض باتیں بیان کر کے یہ امید رکھوں گا کہ ہم سب بھی اور آپ بھی، اس جانے والی رُوح کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ خطاؤں کو معاف کرے اور اپنی رحمتوں سے انہیں نوازے۔

رخصتانہ کے ایک مہینہ کے بعد ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ رُخصت کر دینا اور پھر قریباً ساڑھے تین سال تک (بیچ میں میں آیا بھی دو ایک ماہ کے لئے) ہماری جدائی رہی اور اس جُدائی نے کوئی فرق نہیں ڈالا اور جس غرض کے لئے حضرت مصلح موعود نے میرے لئے آکسفورڈ کی تعلیم کو پسند کیا تھا، اُس تعلیم میں اس معنی میں ممد اور معاون ہوئیں کہ مجھے ایک دن بھی وہاں اُن کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے یہ فکر پیدا نہیں ہوئی کہ میرے فراق کی وجہ سے وہ گھبرائیں گی۔ مجھے پتا تھا کہ وہ گھبرانے والی رُوح نہیں ہیں۔

پھر جب میں تعلیم ختم کر کے آیا تو چند سال ہمارے قادیان میں گذرے۔ ۱۹۳۸ء میں مَیں آیا ہوں اور ۱۹۴۷ء میں ہجرت ہوگئی۔ نو سال ہم قادیان میں رہے اور اس عرصہ میں مَیں تو واقف زندگی تھا اسماً اور کوشش کرتا تھا کہ عملاً بھی رہوں اور وہ واقفہ زندگی بن گئیں عملاً۔ پہلے میرے سپرد جامعہ احمدیہ میں پڑھانا اور خدام الاحمدیہ کا کام تھا۔ اس قدر ساتھ دینے والی تھیں کہ ایک دن خدام الاحمدیہ کے کسی پروگرام کے مطابق مجھے عصر کے بعد اپنے گھر سے دور کسی محلے میں خدام کے کسی پروگرام میں شرکت کے لئے جانا تھا میری بچی امتہ الشکور اُس دن بڑی سخت بیمار ہوگئی اور اسے اسہال شروع ہوئے اور دیکھتے دیکھتے اس کا وزن آدھا ہوگیا یعنی جسم کا پانی نُچڑ گیا۔ میری طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں وہ پروگرام 'Cancel' کردوں اور بچی کے پاس ٹھہروں۔ میں نے ہومیو پیتھک کی ایک دوا لے کے اُس کے منہ میں ڈالی اور منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا دینا اور زندگی دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ میں یہاں رہوں یا نہ رہوں کوئی فرق

نہیں پڑتا۔ اس لئے السلام علیکم میں جا رہا ہوں۔ چہرے پر بالکل کوئی گھبراہٹ نہیں آئی۔ اس وقت بھی وہ چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے مُسکراتے ہوئے مجھے رخصت کر دیا اور خدا تعالیٰ کی یہ شان ہم دونوں نے دیکھی کہ جب میں واپس آیا تو بچی صحت یاب ہو چکی تھی۔

اور کام پڑتے رہے۔ الیکشن آئے، نہ دن کی ہوش نہ رات کی ہوش۔ قادیان سے ہجرت کا زمانہ آ گیا۔ بڑا سخت زمانہ تھا۔ آپ میں سے جو لوگ اُس دور میں سے نہیں گزرے وہ اندازہ نہیں کر سکتے کس قدر روحانی اور ذہنی اور جسمانی اذیّت میں سے گزرنا پڑا۔ رُوحانی اس لئے کہ ہمارا جو مرکز تھا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مدفون تھے ہمیں نظر آ رہا تھا کہ وہ ہم سے چُھٹ جائے گا پھر باقی قتل و غارت۔ ہر وہ شخص جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا تھا، مظلوم تھا، اُسے قتل کیا جا رہا تھا، اُس کو شہر بدر، گاؤں بدر، ملک بدر کرنے کا منصوبہ تھا۔ اُن کے اموال لوٹے جا رہے تھے، اُن کی عزتیں خراب کی جا رہی تھیں، اُن کی عزتوں کو اُن کی آنکھوں کے سامنے لُوٹا جا رہا تھا۔ اُس وقت سب بھول گئے تھے کہ کس فرقہ کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ صرف ایک بات یاد تھی کہ وہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور خُدا کے لئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر وہ اذیتیں دیئے بھی جا رہے ہیں اور اذیتیں برداشت بھی کر رہے ہیں۔ اُن دنوں میں جب میں جیپ میں بیٹھ کے باہر نکلتا تھا اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے۔ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ واپسی کیسے ہوگی۔ کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ زبان پہ بھی نہیں آیا، اشارہ بھی نہیں کیا کہ ان حالات میں آپ باہر کیوں جاتے ہیں بلکہ ہماری باہر تھی کوٹھی اس کو بھی سنبھالتی تھیں بچوں کو بھی سنبھالتی تھیں۔ میں چیدہ چیدہ باتیں اس وقت بتاؤں گا کیونکہ اس وقت، وقت نہیں ہے پھر کبھی موقع ملا تو انشاء اللہ بتاؤں گا وہ کیا تھیں کیسی تھیں۔

پھر وقت آ گیا پارٹیشن ہوگئی۔ ۲۵؍ اگست کو حضرت مصلح موعود نے حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی دیگر مستورات اور بچوں کو (بہت ساری مصلحتیں تھیں) پاکستان بھجوا دیا۔ آپ وہاں ٹھہر گئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت مصلح موعود کے ساتھ حضرت آپا صدیقہ صاحبہ ٹھہریں گی۔ بس ایک، خاندان میں سے۔

منصورہ بیگم نے اصرار کیا کہ میں تو نہیں جاؤں گی۔ میں تو ٹھہروں گی یہاں۔ مجھے اگر صحیح یاد ہے تو حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے نہیں مانی بات، پھر حضرت صاحب سے منوائی کہ نہیں میں یہاں ٹھہرونگی اُس وقت کے لوگ یہ سمجھے کہ شاید اپنے میاں کو ان حالات میں چھوڑ کے یہ نہیں جانا چاہتی۔ لیکن ۳۱؍اگست کو جب حالات نے مجبور کیا اس بات پر حضرت مصلح موعود کو کہ وہ چھوڑ جائیں قادیان تو اپنے میاں کو چھوڑ کے خلیفۂ وقت کے ساتھ آ گئیں پاکستان۔

پھر آئے ۱۹۵۳ء کے حالات۔ ہم لاہور میں تھے۔ جو ربوہ میں تھے ان کو نہیں پتا کیا حالات تھے وہ جو لاہور میں تھے ان کو پتا ہے کیونکہ یہ مقامی، لوکل فتنہ وفساد تھا۔ کالج میں میری ڈیوٹی۔ ہر طرف گولیاں چل رہی ہیں۔ ایک دن درد صاحب آ گئے مجھے کہنے لگے آپ نے نہیں جانا کالج؟ میں نے کہا کیوں نہیں جانا کہ گولیاں چل رہی ہیں۔ میں نے کہا آج ہی تو دن ہے جب میں نے ضرور جانا ہے کیونکہ میرے اوپر ذمہ داری ہے اُن احمدی اور غیر احمدی بچوں کی حفاظت کی جو میرے کالج میں آج آئیں گے۔ وہ وہاں آ جائیں اور میں گھر میں بیٹھا رہوں یہ نہیں مجھ سے ہوگا۔ اتنا اصرار تھا ان کا کہ اگر وہ یہ سمجھتے کہ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں جسمانی لحاظ سے تو انہوں نے مجھے باندھ کے رکھ دینا تھا وہاں۔ لیکن میں کالج چلا گیا اور منصورہ بیگم کے چہرے پر کوئی ملال نہیں تھا گھبراہٹ نہیں تھی۔ اُن حالات میں سے گذرے بشاشت سے ہم دونوں۔ جماعت کی خدمت کا موقع ملا۔ بڑی دلیر عورت تھیں

اس جگہ میں ذکر کروں کہ جب میں ۱۹۷۶ء میں پہلی دفعہ امریکہ گیا تو ایک خط ہمیں ملا امریکن کا کہ میں آپ کو یہ بتاتا ہوں، انذار کرتا ہوں کہ آپ کی جان لینے کے لئے تین کوششیں کی جائیں گی۔ اگر وہ ناکام ہوئیں تو پھر چوتھی کوشش کی جائے گی آپ کو اغوا کرنے کے لئے۔ پہلے تو مَیں نے یہ خط جیب میں رکھ لیا کیونکہ مجھے تو پتا ہی نہیں ڈر کہتے کسے ہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ہم ان کے ملک میں ہیں۔ جماعت کہے گی کہ ہمیں کیوں نہیں اعتماد میں لیا۔ میاں مظفر احمد صاحب کو بھی پہلے میں نے نہیں بتایا۔ پھر اُن کو بتا کے جماعت کے سپرد کر دیا وہ خط۔ انہوں نے اپنا جو انتظام کرنا تھا وہ کیا۔ جماعت امریکہ نے (چونکہ کینیڈا جانا تھا) کینیڈین ایمبیسڈر سے بھی بات کی۔ لمبا قصّہ ہے جب میں ٹورنٹو میں اُترا تو جماعت نے کہا کہ آپ کا سامان بعد میں

آ جائے گا۔قریب ہی ایک عمارت ہے وہاں احمدی دوست مردوزن اکٹھے ہیں آپ چلیں ایک آدمی چھوڑ جائیں وہ سامان لے آئے گا ہم وہاں اس کا انتظار کریں گے۔ دو تین فرلانگ ہے وہ جگہ ہم وہاں چلے گئے مستورات علیحدہ تھیں اُن سے منصورہ بیگم صاحبہ نے مصافحہ کیا۔ میں نے مردوں سے مصافحہ کیا۔ پھر ہم کھڑے ہو گئے برآمدہ سے باہر بڑی اچھی فضا تھی۔موسم اچھا تھا۔ منصورہ بیگم فارغ ہو کے میرے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔انہوں نے دیکھا ہر احمدی میری طرف متوجہ ہے۔انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ کوئی شخص دبے پاؤں آہستہ آہستہ قدم قدم میرے قریب آرہا ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے فراست بڑی دی تھی۔دماغ نے کہا جس شخص نے خط لکھا تھا قتل کی دھمکی جس میں دی گئی تھی یہ وہ شخص ہے۔نہ جان نہ پہچان۔ یہ میرا پہرہ دار بن کے کھڑی ہوگئیں میرے پیچھے اور جس وقت اَور قریب آیا تو خدام الاحمدیہ میں سے کسی کو کہا کہ یہ وہ شخص ہے (انہیں بھی خط کی اطلاع تھی) اس کا خیال رکھو۔ خیر اُنہوں نے گھیرا کیا اُس کا۔ اس سے پوچھا۔ اس نے اپنا نام بتایا کہ ہاں میں ہی ہوں وہ۔انہوں نے اپنی حکومت کو اطلاع دی پولیس کو۔ پولیس نے اس کو پکڑ کے پوچھا کہ تم نے جو اطلاع دی ہے، تین قتل اور ایک اغوا کی کوشش کی اس کا مطلب ہے کہ جنہوں نے منصوبہ بنایا ہے تم بھی ان میں سے ایک ہو ورنہ تمہیں پتا کیسے لگ گیا۔اُس نے کہا نہیں نہیں۔ (اپنی طرف سے بڑا ہوشیار بنتا تھا) بات یہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے علم نجوم میں بڑا شغف ہے اور ستاروں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ واقعہ ہوگا۔انہوں نے کہا ستاروں نے بتایا تھا یا نہیں بتایا تھا پر ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ کینیڈا میں جس جگہ حضرت صاحب ہوں اگر اس جگہ سے ۴۰ میل کے اندر اندر بھی تم نظر آ گئے تو تمہاری بوٹیاں ستاروں کو نظر نہیں آئیں گی۔ اس واسطے چلے جاؤ یہاں سے۔ اور اس کو اپنی فراست سے پہچاننے والی اور اس طرح حفاظت کرنی والی۔ اس قسم کے احسان بھی ہیں اُن کے مجھ پر۔ پھر ایک وقت آیا کہ نئی ذمہ داریاں پڑ گئیں۔ان نئی ذمہ داریوں کے علاوہ بھی تو انسان کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں مثلاً کھانا کھانا۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (بخاری کتاب الصوم) اپنے نفس کے حقوق ادا کرنے ہیں۔تو اگر بیوی ساتھ نہ دے تو اوقات بٹ جائیں دو حصّوں میں۔ایک حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اور ایک اپنے نفس کے حقوق

کی ادائیگی میں۔ بغیر بات کئے ساری ذمہ داریاں جو میرے نفس کی تھیں وہ آپ سنبھال لیں اس حد تک کہ بعض ’Vitamins‘ وغیرہ ہم نے کچھ عرصہ سے شروع کی ہوئی تھیں خود نکال کے دیتی تھیں کبھی میں خود نکالنے کی کوشش کروں تو ناراض ہو جاتی تھیں کہ یہ میرا کام ہے کیوں کیا آپ نے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ دومنٹ بھی اس کام پر خرچ کیوں کئے جو دوسرے اہم جماعتی کام ہیں اُن پر خرچ کریں اور مجھے ہر قسم کی ذاتی فکروں سے آزاد کر کے سارے اوقات کو آپ احباب کی فکروں میں لگانے کے لئے موقع میسّر کر دیا اور اس وجہ سے میں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کر رہا ہوں کہ اُن کا یہ حق ہے کہ ہم اُن کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ سے زیادہ پیار دے سکتا ہے، وہ اُن کو دے۔

پھر خلافت کی ذمہ واریوں میں آئے ۱۹۷۴ء کے حالات یعنی نہ مجھے ہوش تھی کہ دن کس وقت چڑھتا ہے اور کس وقت غروب ہوتا ہے اور رات کب آتی ہے اور کب جاتی ہے نہ اُن کو۔ لگی ہوئی تھیں میرے ساتھ جماعت کی خدمت کے لئے سارا دن یہ کام کرنے پھر پڑھی لکھی کافی تھیں۔ منشی فاضل فارسی میں کیا ہوا تھا جو سب سے بڑا فارسی کا امتحان ہے۔ اردو کی ڈگری تھی پاس میٹرک کیا ہوا تھا، خدا داد فراست تھی، علم سے شغف تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاثر ہے میرا کہ میری حفاظت کے لئے اپنا یہ طریق بنالیا تھا کہ جب تک میں نہ سو جاؤں رات کو آپ نہیں سوتی تھیں پڑھتی رہتی تھیں کتاب اور جب میں غسل خانے جا کے واپس آ کے اپنی طرف کی بتی بُجھا کے لیٹ جاتا تھا پھر دومنٹ کے بعد لیٹ جاتی تھیں بتی بجھا کے۔

تو ۱۹۷۴ء میں عورتوں کو تسلی دلانی، ان کے غم میں شریک ہونا اور بالکل بے نفس تھیں۔ پھر مجھے آج پتا لگا کہ ۱/۷ کی وصیت کی ہوئی تھی۔ ممکن ہے ۳۵-۱۹۳۴ء میں کسی وقت سامنے آئی ہو بات لیکن کبھی ذکر نہیں کیا اور چھپایا ہوا تھا۔ جب کہیں سے کوئی آمد ہوتی مثلاً زمین کی آمد ہوگئی یا اور کچھ حصے میں نے ہی مہر میں دے دیئے تھے شوگر مل کے، وہ تھوڑی سی آمد ہوگئی۔ پہلا کام کرتی تھیں کہ اپنی وصیت ادا کر دیں لیکن مجھے نہیں دیتی تھیں کیونکہ مجھے پتا لگ جائے گا کہ ۱/۷ کی ہے۔ تو ایک اور شخص تھا جس کے سپرد یہ ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی۔ میں کہتا بھی بعض دفعہ کہ مجھے دیدیں دفتر میں جمع کروا دیتا ہوں مگر مجھے کہتیں کہ فلاں شخص نہیں آ رہا۔ میں نے اپنی وصیت ادا کرنی ہے مجھے

دے دو میں دفتر کو دے کر ابھی بھجوا دیتا ہوں کہ نہیں مَیں تو اسی کے ہاتھ بھجواؤں گی اور آج پتا لگا کہ کیوں کہہ رہی تھیں۔ یہ نہیں ظاہر ہونے دینا چاہتی تھیں کہ ۱/۷ کی وصیّت ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ جو بغیر جھگڑے کے چھوڑا پیچھے مال اُس کی وصیت کا انتظام خود ہی اس طرح کیا ہوا تھا کہ رقم جمع تھی اس میں سے ۳۱ ہزار کے قریب رقم وصیت کی دے دی جو زمین تھوڑی سی ہے سندھ میں۔ میں نے تاکید کی ہے کہ ۳ مہینے کے اندر اندر اس کی قیمت ڈلوا کے بتائیں جتنی بنے گی وہ بھی ادا ہو جائے گی انہی کے پیسوں سے ادا ہو جائے گی اور کچھ ایسی زمین ہے جن پر مقدمے چل رہے ہیں یا مشترکہ ہے۔ ابھی فیصلہ نہیں ہوا کس کے حصہ میں کیا ملنا ہے لیکن وہ وصیت بھی کی۔ اللہ نے سامان بھی پیدا کر دیا کہ جو چیز بالکل واضح طور پر بغیر کسی جھگڑے کے تھی اس کی وصیت ۳۱ ہزار روپے بڑی تھوڑی ہے چیز یعنی خدا تعالیٰ کو دینے کے لئے ساری دنیا دے دیں تب بھی تھوڑی ہے لیکن بہرحال اس کا سامان بھی خدا تعالیٰ نے کر دیا کہ مرنے والی پر کسی کا یہ احسان نہ ہو صدر انجمن احمدیہ کا یا کسی کا کہ ہم نے دو ہفتے کے بعد پیسے وصول کئے۔ مجھے کہا بھی کل ہو جائے گا میں نے کہا بالکل نہیں۔ وصیت کی فائل میرے پاس آنے سے پہلے یہ رقم ادا ہونی چاہیئے۔ میں نے کاغذ سارے دے دیئے حساب کر کے وہ ساری رقم ادا ہوگئی۔

نمائش اور دکھاوا بالکل نہیں تھا طبیعت میں اور اتنا اثر۔ میرے ساتھ سات دوروں پر رہی ہیں۔ میں صبح سوچ رہا تھا کہ پچھلے سال جب بنیاد رکھی گئی سپین کی مسجد کی تو پیڈرو آباد کے قریباً سارے بچے اور عورتیں ان کی واقف ہوئیں۔ پاس بیٹھیں کوئی آدھا گھنٹہ کوئی گھنٹہ۔ اب انشاء اللہ افتتاح جب ہوگا مسجد کا تو یاد کریں گی ان کو لیکن اس لئے نہیں انہوں نے ان کے ساتھ پیار اور حسن سلوک کیا کہ وہ یاد کریں۔ اس لئے کیا کہ اللہ انہیں بھولے نہ۔

تو دورے میں، مَیں عجیب انسان بنایا گیا ہوں مثلاً کھانے کے لحاظ سے تھوڑا سا کھاتا ہوں۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنی تھوڑی میری غذا ہے لیکن ہونی چاہیئے میرے پسند کی۔ کیوں کہ جتنا میں کھاتا ہوں اگر وہ بھی میں نہ کھا سکوں پھر میں کام نہیں کر سکتا تو چھوٹی چھوٹی چیز کا خیال رکھنا پانی کا۔ کس قسم کا پانی ہے چائے کا یعنی چائے کی پیالی مجھے کبھی نہیں بنانے دی کہ میں آپ بناؤں گی اور غیر ملکوں میں جس سے ملیں اس کے اُوپر اپنا اثر چھوڑا خدا تعالیٰ انسان کو

جو صفات دیتا ہے وہ اسی لئے دیتا ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت کی جائے اور وہ اثر قبول کریں۔

غانا میں مَیں گیا جب ۱۹۷۰ء میں پہلی دفعہ تو میں نے کہا مصافحے کریں گے وہاں جتنی عورتیں اتنے مرد۔ پتا نہیں کتنی دیر لگ گئی۔ دو اڑھائی گھنٹے شاید اور ایک ہی وقت میں ہم فارغ ہوئے۔ ہر عورت سے مصافحہ کیا اور بشاشت سے کیا مسکراتے ہوئے کیا۔ کسی نے دُعا کے لئے کہا کہ ہاں میں کہوں گی دعا کے لئے، آپ بھی کریں گی۔ خدا تعالیٰ نے احسان کیا مجھ پر اور آپ کے خلیفہ وقت پر کہ ایسی ساتھی دی گئی جو اس کے کام میں ہاتھ بٹانے والی ہو اور اچھے نتائج پیدا کرنے والی ہو۔ خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور حمد پڑھیں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد کریں اور اللّٰهُ اَكْبَرُ کے نعرے لگائیں اور جس کو ذریعہ بنایا اس چیز کا اس کے لئے دعا کریں اور ہمارے لئے ساری گھبراہٹیں دور کرنے اور غموں کو ہوا میں اڑانے کے لئے یہ ایک فقرہ کافی ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ (البقرة: ۱۵۷، ۱۵۸) تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح میں چاہتا ہوں اس طرح تم اِنَّا لِلّٰهِ اگر کہو گے تو خدا تعالیٰ کے درود صلوات ہوں گی تم پر اور اس کی رحمت نازل ہو گی۔ پس یہ موقعے غم کے نہیں خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول کے مواقع ہیں ان کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے اپنی غفلتوں کے نتیجہ میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور توفیق عطا کرے۔

چونکہ دن چھوٹے ہیں اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آج عصر کی نماز کی اذان اپنے وقت پر ہو گی۔ وقت تو نہیں ہم بدل سکتے لیکن اذان کے آدھے گھنٹے کے بعد جو ہماری مسجد (مبارک) میں نماز ہوتی ہے، آج اذان کے دس منٹ کے بعد میں آجاؤں گا مسجد میں تاکہ پندرہ منٹ ہمیں وہاں سے وقت کے مل جائیں۔ پھر جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے جو نظام ہے اس کے مطابق خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور اِنَّا لِلّٰهِ پڑھتے ہوئے آپ کو جہاں جمع ہونے کے لئے کہا گیا ہے وہاں جمع ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش اسی طرح کرتا رہے گا جس طرح وہ کر رہا ہے۔ اگر ہم اسی طرح اس کے وفادار رہے جس طرح ہم بننے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲؍دسمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ تا ۵)